شاہد حسین رزاقی

مشرقِ وسطیٰ میں قومی بیداری

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں مغربی ممالک نے حیرت انگیز ترقی کی اور یہاں جمہوری نظام کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا لیکن اپنے ملک میں آزادی اور جمہوریت کی یہ علمبردار قومیں مشرقی ممالک میں قومی آزادی اور جمہوریت کی دشمن ثابت ہوئیں اور ان کی سامراجی گرفت روز بروز شدید تر ہوتی گئی۔ آخر کار مشرق کی محکوم قوم میں اپنی زبوں حالی کا احساس پیدا ہوا اور انھوں نے مغربی استعمار کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ یہ سلسلہ نصف صدی سے زیادہ مدت تک جاری رہا مسلم ممالک میں اس جدوجہد کا آغاز انیسویں صدی کے اواخر میں ہوا۔ اور حریت و بیداری کی اس تحریک کے بانی سید جمال الدین افغانی تھے۔ جنھوں نے مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے مسلم ممالک کو بہت متاثر کیا اور مختلف ممالک کے قومی رہنماؤں نے ان کے نقش قدم پر چل کر وطنی آزادی اور قومی بیداری کی تحریک کو ترقی دی اور مغربی سامراج سے آزادی حاصل کر لی۔

پاکستان مسلمان ہندوستان میں فاتحانہ داخل ہوئے اور حکمران بن کر رہے اور ان کا ملی استحکام بادشاہوں کے اقتدار سے وابستہ ہو گیا۔ ملوکیت نے اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرہ کو اس قدر مسخ کر دیا تھا کہ مسلمان اپنے بنیادی فرائض کو بھی فراموش کر چکے تھے۔ چنانچہ دینی فرائض سے بے اعتنائی اور بحیثیت قوم سلطنت سے وابستگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سات سو برس کی طویل حکمرانی کے بعد بھی جب ان کی حکومت ختم ہوئی اور سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو گیا تو مسلمانوں کے لئے اپنے ملی وجود کو باعزت طریقہ پر قائم رکھنا تک مشکل ہو گیا۔ وہ ایسی قوموں کی عداوت سے دوچار ہوئے جن میں سے ایک ان کی مفتوح تھی۔ اور دوسری فاتح۔ مسلمانوں کے ملی استحکام کو ہندو اور انگریز دونوں اپنے حق میں خطرناک تصور کرتے تھے۔ اور ان کو مٹا دینا اپنے مفاد کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک ناکام ہونے کے بعد مسلمان جن مشکلات میں گرفتار ہوئے اور جو ذہنیت و رجحانات ان میں پیدا ہو گئے۔ وہ ان کے روز افزوں انحطاط کا باعث بنے مسلمانوں کو ان پستیوں سے نکالنے کا ایک موثر طریقہ سید احمد خان نے اختیار کیا۔ اور ان میں زمانہ سے مطابقت کی صلاحیت پیدا ہونے لگی۔ لیکن اس کے باوجود ایک نئی زندگی کی دوڑ میں وہ اپنی ہم وطن قوم سے پیچھے تھے۔

بیسویں صدی کے آغاز تک ہندوستان سیاسی تحریکوں سے خالی رہا۔ ۱۸۸۵ء میں ہیوم اور اس کے انگریز ساتھیوں

نے انڈین نیشنل کانگرس قائم کردی تھی۔ لیکن اس پر پہلے تو صرف انگریز حاوی تھے اور اس کے بعد جب ہندوستانی کانگرس کے صدر ہونے لگے تب بھی اس کی سرگرمیاں برطانیہ سے اظہار وفاداری تک ہی محدود رہیں۔ ۱۹۰۵ء میں ہندوستان کو آئینی اصلاحات دینے کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ اور سیاسی جدوجہد ترقی کرنے لگی۔ ہندوؤں کی فرقہ پرستی نے مسلمانوں کو ہوشیار کر دیا تھا اور وہ اپنے مفاد کی حفاظت کے لئے سیاسی تنظیم کی ضرورت شدت سے محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء میں کل ہند مسلم لیگ قائم کی گئی۔ منٹو مارلے اصلاحات کے نفاذ سے سیاسی سرگرمیوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا ہو چکی تھی۔ اور وہ آزادی کی تحریک کو بڑی تیزی سے آگے بڑھا رہے تھے جس کو ہندو رہنما تشویش اور خطرہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جنگ عظیم کے بعد انگریزوں کی سخت گیری اور ترکوں کے خلاف اتحادیوں کے انتقامی منصوبوں کا نتیجہ عدم تعاون اور خلافت کی زبردست تحریکوں کی شکل میں نکلا۔ محمد علی، شوکت علی، حسرت موہانی ابوالکلام، ڈاکٹر انصاری اور اجمل خان جیسے متعدد ممتاز رہنما ان تحریکوں کی قیادت کر رہے تھے۔ وطنی تحریک کو ملک گیر نوعیت دینے کے لئے انھوں نے گاندھی کو اپنے ساتھ لیا اور علی برادران کے ساتھ گاندھی نے بھی اس تحریک میں نمایاں حصہ لینا شروع کیا۔ چنانچہ ان کا شمار بھی ممتاز رہنماؤں میں ہونے لگا۔ لیکن جب ان تحریکوں کی شدت سے برطانوی اقتدار متزلزل ہو گیا تو مسلمان رہنما قید کر دیئے گئے۔ گاندھی نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور چورا چوری میں عوام کے تشدد کو بہانہ بنا کر وطنی تحریک کو اس وقت ختم کر دیا جب وہ آزادی کی منزل کے بہت قریب پہنچ گئی تھی گاندھی کے اس طرز عمل کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس وقت پورے ہندوستان کی قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ اور ان حالات میں ملنے والی آزادی پر گاندھی نے انگریزوں کی غلامی کو ترجیح دی۔

عدم تعاون اور خلافت کی تحریکیں ختم ہونے کے بعد سیاست پر فرقہ پرستی غالب آگئی ہندوؤں نے شدھی کی تحریک شروع کی۔ اور دوسری طرف گاندھی کی زیر قیادت کانگریس عملاً ایک فرقہ پرست جماعت بن گئی چنانچہ ۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ کی اشاعت کے بعد مسلمان کانگرسی رہنماؤں نے اس جماعت سے علحدگی اختیار کر لی ۱۹۱۶ء میں اجلاس لکھنؤ کے بعد سے مسلم لیگ کی سرگرمیاں سرد پڑ گئی تھیں۔ لیکن ہندو رہنماؤں کے طرز عمل میں تبدیلی اور نظام حکومت میں متوقع اصلاحات کے پیش نظر مسلمانوں نے اپنی جداگانہ سیاسی تنظیم پر پھر توجہ کی۔ اور ۱۹۲۹ء میں تمام مسلم جماعتوں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس الٰہ آباد میں ہوا۔ جس کی صدارت علامہ اقبالؔ نے فرمائی اقبالؔ کی حقیقت بین نگاہ سے ہندو رہنماؤں کے عزائم پوشیدہ نہ تھے اور آنے والے خطرات سے وہ پوری طرح باخبر تھے چنانچہ مسلم لیگ کے صدارتی خطبہ میں انھوں نے ہندوستانی قومیت کے مفروضہ کی تردید کرتے ہوئے مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کے نظریہ کو واضح کیا۔ اور ہندوستان میں مسلمانوں کی جداگانہ مملکت کے قیام کا تصور پیش کیا۔ اقبال کی شاعری اور اسلامی افکار نے مسلمانوں کے خیالات میں ایک نئے انقلاب کا آغاز کر دیا تھا

لیکن اس کے باوجود اقبال کا یہ عظیم تصوّر اس وقت محض شاعرانہ تخیل سمجھا گیا۔ مگر ہندوستان کے حالات میں اس شدت اور تیز رفتاری سے تبدیلی ہو رہی تھی کہ صرف دس سال کے اندر اقبال کا تصوّر مطالبۂ پاکستان کی شکل میں مسلمانانِ ہند کا ملی و سیاسی نصب العین بن گیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں مسلم کانفرنس کے صدارتی خطبہ میں بھی اقبال نے کانگرس کے خطرناک منصوبوں سے آگاہ کیا۔ اور مسلمانوں کو جداگانہ قومی اساس پر منظم کرنے کی اہمیت واضح کی۔

ہندوستان کو مزید دستوری اصلاحات دینے کے مسئلہ پر رپورٹ پیش کرنے کی غرض سے ۱۹۲۸ء میں سائمن کمیشن ہندوستان آیا تھا۔ اس کی رپورٹ کی اساس پر گفت و شنید کے لئے ۱۹۳۰ء میں پہلی گول میز کانفرنس لندن میں منعقد ہوئی جس میں ایک دستوری خاکہ مرتب کیا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۱ء میں دوسری کانفرنس میں کانگرس کے واحد نمائندہ کی حیثیت سے گاندھی نے شرکت کی اور دستور سازی کے کام کو آگے بڑھانے میں مدد دینے کے بجائے انھوں نے کانفرنس میں ایسے فرقہ واری مسائل چھیڑ دیئے جن کی وجہ سے کانفرنس اپنا کام نہ کر سکی۔ فرقہ واری مسائل کو گاندھی جی نے اس قدر پیچیدہ بنا دیا کہ ہندوستانی رہنما فرقہ واری نمائندگی کے اصول پر متفق نہ ہو سکے۔ اور وزیراعظم برطانیہ کو خود اس کا فیصلہ کرنا پڑا۔ گاندھی کی پالیسی نے ہندوستانی سیاست میں فرقہ وارانہ رجحانات کو مزید تقویت دی اور کانگرس مسلم اقلیت کو ہندو اکثریت کا غلام بنا دینے کی کوششیں کرنے لگی۔ چنانچہ ۱۹۳۵ء کے قانون حکومت ہند کے تحت اکثریت کی حکومت کے اصول پر جب صوبائی حکومتیں قائم کی گئیں تو بیشتر وزارتیں کانگرس نے بنائیں اور اس جماعت نے قانون ساز مجالس میں اپنی فرقہ وارانہ اکثریت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر جارحانہ طرزِ عمل اختیار کیا اور مسلمانوں کے حقوق ماننے سے انکار کر دیا۔

قائداعظم جناح نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن ہندو رہنماؤں کی فرقہ پرستی نے ان کوششوں پر پانی پھیر دیا اور وہ اس حقیقت کو محسوس کرنے لگے کہ مسلمانوں کو ہندو اکثریت کے تعصب و تنگ نظری سے محفوظ رکھنے کی واحد شکل یہی ہے کہ مسلمانوں کو جداگانہ قوم کی حیثیت سے منظم کیا جائے۔ گول میز کانفرنس کی سرگرمیوں میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ اور جب نئے قانون کا نفاذ ہوا تو مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے آگے بڑھے۔ مسٹر جناح نے مسلمانوں کو منظم کر کے مسلم لیگ کو ان کی نمائندہ جماعت بنا دیا۔ اور وہ مسلمانانِ ہند کے قائداعظم تسلیم کر لئے گئے۔ قائداعظم نے مسلمانوں کے لئے قومی اقلیت کا درجہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان کی جداگانہ قومیت کا نظریہ پیش کیا۔ چنانچہ اسی نظریہ کی اساس پر مسلم لیگ نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں ہندوستان کی تقسیم اور جداگانہ مسلم مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ قراردادِ پاکستان کے نام سے مشہور ہوا اور مسلمانانِ ہند قائداعظم کی رہنمائی میں اپنے ملی نصب العین کے حصول کے لئے زبردست جدوجہد کرنے لگے۔

۱۹۴۰ء میں جب عالمگیر جنگ شدت سے جاری تھی برطانیہ نے ہندوستان کو قلمروی مرتبہ دینے کا وعدہ کیا ۱۹۴۲ء میں جاپانی خطرہ کے پیش نظر برطانوی حکومت کی طرف سے اسٹیفورڈ کرپس نے جنگ کے خاتمہ پر ہندوستان کے لئے حکومت خود اختیاری، قلمروی مرتبہ اور مجلس دستور ساز کے قیام کی تجاویز پیش کیں اور یہ بھی واضح کیا کہ صوبہ یا ریاست کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ دستور قبول کرے یا نہ کرے۔ یہ تجاویز پورے ہندوستان پر مسلط ہونے کی کانگرس پالیسی اور جداگانہ مملکت کے لئے مسلم لیگ کے مطالبہ کے مطابق نہ تھیں۔ اس لئے دونوں نے مسترد کر دیں۔ کرپس کی تجاویز میں کانگرس نے قیام پاکستان کے بعید امکانات کو محسوس کیا تھا اور برطانیہ کو اس سے باز رکھنے نیز اپنی قوت محسوس کرانے کے لئے تشدد اور تخریبی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ لیکن یہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔ اور مسلم لیگ نے کانگریسی حربوں کا بڑی کامیابی سے مقابلہ کیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۵ء میں منصوبہ ویول کے مطابق مخلوط حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی جو ناکام ہوئی اسلئے انتخابات کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ انتخابات میں مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور کانگرس ہندوؤں کی اکثریت کی نمائندہ جماعتیں ثابت ہوئیں اور یہ واضح ہوگیا کہ کسی تجویز کو کامیاب بنانے کے لیے ان دونوں جماعتوں کا اتفاق کرنا لازمی ہے ۱۹۴۶ء میں حکومت برطانیہ نے کابینی وفد ہندوستان بھیجا تاکہ وہ سیاسی رہنماؤں سے گفت و شنید کے بعد تجاویز پیش کرے۔ کابینی وفد نے یہ رائے ظاہر کی کہ ہندوستان کی تقسیم ناقابل عمل ہے اس لئے ایک مجلس دستور ساز قائم کی جائے جو صوبوں کی گروپ بندی کے لئے دستور بنائے اور مرکز میں عارضی حکومت قائم کر دی جائے فروری ۱۹۴۷ء میں برطانوی وزیر اعظم وقت اٹیلی نے ہندوستان سے دست برداری کے فیصلہ کا اعلان کیا۔ جس سے سیاسی سرگرمیوں اور کشمکش میں بہت اضافہ ہوگیا۔ اپریل ۱۹۴۷ء میں مسلم لیگ کنونشن نے ہندوستان کو متحد رکھنے کی کسی تجویز کو قبول نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور آخر کار جون ۱۹۴۷ء میں حکومت برطانیہ اور کانگرس دونوں تقسیم ہند کا مطالبہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ قانون آزادی ہند کے مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان قائم ہو گیا اور مسلمانان ہند اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے عظیم المرتبت قائد اعظم کی رہنمائی میں اپنی زبردست تنظیم مسلم لیگ کے ذریعہ اپنے ملی و سیاسی نصب العین کے حصول میں کامیاب ہوئے۔

تحریک پاکستان کا مقصد مسلمانوں کی ایک ایسی آزاد مملکت کا قیام تھا۔ جہاں وہ اپنے قومی مقاصد و عزائم پورے کر سکیں۔ اپنی تہذیب و ثقافت کو ترقی دے سکیں اور اپنے معاشرے کو اسلامی تعلیمات کے سانچہ میں ڈھال کر انفرادی و اجتماعی زندگی میں ایک اصلاحی و تعمیری انقلاب پیدا کریں۔ چنانچہ قیام پاکستان کے بعد ملک کے لئے ایک موزوں دستور بنانے کا اہم فرض مجلس دستور ساز کے سپرد کیا گیا۔

مارچ ۱۹۴۹ء میں مجلس نے لیاقت علی خان کی پیش کردہ قرارداد مقاصد منظور کی۔ جس میں ان اصولوں کو واضح کیا گیا تھا جو آگے چل کر دستور کی اساس بنے ستمبر ۱۹۵۰ء میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے اپنی پہلی رپورٹ پیش کی۔

اور دسمبر ۱۹۵۳ء میں دوسری رپورٹ پیش ہوئی۔ ستمبر ۱۹۵۴ء میں تیسری رپورٹ منظور کی گئی۔ اس کے بعد پرانی مجلس دستور ساز توڑ دی گئی اور جولائی ۱۹۵۵ء میں نئی مجلس دستور ساز کا اجلاس ہوا۔ چودھری محمد علی نے دستور سازی کا کام بڑی تیزی سے آگے بڑھایا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں وحدت مغربی پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اور جنوری ۱۹۵۶ء میں نئے دستور کا مسودہ پیش کر دیا گیا جس کو مجلس دستور ساز نے ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء کو منظور کیا۔

اس دستور میں پاکستان کی اسلامی اور جمہوری نوعیت کو بالخصوص ملحوظ رکھا گیا اور اس کو بنیادی مقاصد، اسلامی دفعات اساسی حقوق اور ہدایتی اصول کی شکل میں بخوبی واضح کر دیا گیا۔

۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو یہ دستور نافذ کیا گیا اور اس کے مطابق پاکستان ایک آزاد اسلامی جمہوریہ بن گیا۔

افغانستان

احمد شاہ ابدالی نے افغانستان میں جس ملوکیت کا آغاز کیا اس کی نوعیت انتخابی تھی۔ لیکن یہ بادشاہت بہت جلد مطلق العنانی میں تبدیل ہو گئی۔ روس اور برطانوی ہند کے درمیان واقع ہونے کی بنا پر افغانستان کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور برطانیہ و روس کی سامراجی کشمکش کا اثر اس ملک پر بھی پڑتا رہا۔ انیسویں صدی میں انگریزوں نے افغانستان پر اقتدار قائم کرنے کے لئے تین جنگیں کیں۔ لیکن افغانوں کو غلام بنانے میں کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے باوجود انگریز اپنے مفاد سے غافل نہ تھے اور افغانستان میں ریشہ دوانیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ امیر حبیب اللہ کے عہد میں برطانوی اثرات بہت بڑھ گئے تھے ۱۹۱۹ء میں امیر امان اللہ خان نے برطانوی تسلط سے مکمل آزادی کیلئے جنگ شروع کر دی۔ ان کو اس مقصد میں کامیابی ہوئی اور لڑائیوں کے اختتام پر جب عہد نامہ راولپنڈی پر دستخط ہوئے تو افغانستان برطانوی تسلط سے بالکل آزاد ہو گیا۔ اس کے بعد امان اللہ خان نے روس و برطانیہ کی رقابت سے فائدہ اٹھانا چاہا اور ۱۹۲۱ء میں روس سے معاہدہ کر لیا۔ اس معاہدہ کے جواب میں انگریزوں نے بھی افغانستان سے معاہدہ کیا اور ۱۹۲۳ء میں اعلان کیا گیا کہ برطانیہ اور افغانستان دونوں ایک دوسرے کی خارجی و داخلی آزادی کے تمام حقوق کو تسلیم کرتے ہیں۔

۱۹۲۴ء میں امان اللہ خان نے افغانوں کو پہلا دستور عطا کیا۔ جس کے مطابق غلامی کو ممنوع قرار دیا گیا۔ ایک مجلس مملکت اور متعدد مشاورتی مجالس قائم کی گئیں۔ جو نامزد کردہ اور منتخب شدہ ارکان پر مشتمل ہوتی تھیں۔

۱۹۲۹ء میں نادر خان بادشاہ منتخب ہوئے اور ۱۹۳۱ء میں افغانستان کا دوسرا دستور نافذ کیا گیا۔ اس کے مطابق عوام کو شخصی آزادی دی گئی۔ جان املاک اور روزگار کے تحفظ کی ضمانت ملی۔ اور قانونی حقوق و فرائض کا تعین کیا گیا۔ دستور میں یہ صراحت کی گئی کہ بادشاہ صدر مملکت ہے جو کابینہ کے توسط سے حکومت کرے گا۔ وزیر اعظم بادشاہ کا نامزد کردہ ہوگا۔ پارلیمنٹ بادشاہ اور دو ایوانوں، مجلس شوریٰ ملی اور مجلس اعلیٰ اعیان پر مشتمل ہوگی۔ مجلس شوریٰ کے ارکان کا انتخاب عوام کریں گے۔ اور اس ایوان کو مباحثہ، مشورہ اور قانون سازی کے اختیارات

حاصل ہوں گے ۔ مجلس اعیان کے تمام ارکان بادشاہ کے نامزد کردہ ہوں گے ۔ دستور کے مطابق مقامی نظام حکومت اور شریعت پر مبنی عدالتی نظام بھی قائم کیا گیا ۔ اس طرح سامراجی کشمکش سے نجات حاصل کرنے کے بعد افغانستان رفتہ رفتہ جمہوریت کی طرف قدم اٹھانے لگا ۔

ایران

برطانیہ اور روس کی سامراجی کشمکش نے ایران پر بھی بہت بڑا اثر ڈالا اور یہ ملک روسی برطانوی سازشوں کا مرکز بن گیا ۔ روس نے ۱۸۱۳ء میں ایران کے سرحدی علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا اور ایران پر براہ راست اثر انداز ہونے لگا ۔ مشرق میں ایرانی سرحد برطانوی ہند سے ملی ہوئی تھی ۔ اور انگریز اپنا اثر قائم کرنے کی جدوجہد کر رہے تھے ۔ سامراجیوں کی اس کشمکش اور سازشوں نے ایران میں انتشار پیدا کر دیا تھا حکومت نااہل تھی اور بادشاہ غیر ملکیوں سے قرض حاصل کرکے ان کو تجارتی ٹھیکے اور حقوق و مراعات دیتا تھا ۔ محبان وطن یہ محسوس کرتے تھے کہ ان کے مصائب کا سبب سامراجی استحصال ہے ۔ اور یہ استحصال نااہل بادشاہوں کی مطلق العنانی کا نتیجہ ہے ۔ چنانچہ مطلق العنانی اور بیرونی اقتدار کو ختم کرنے کے لئے قومی تحریک جاری کی گئی اور دستوری حکومت کا مطالبہ کیا جانے لگا ۔ قومی تحریک کے رہنماؤں کو جمال الدین افغانی نے بہت متاثر کیا ۔ اور یہ رہنما اس قدر شدت پسند ہوگئے کہ غیر ملکیوں کے ٹھیکے اور مراعات ختم کر دینے اور دستوری حکومت کا مطالبہ کیا جانے لگا ۔ قومی تحریک کے رہنماؤں کو جمال الدین افغانی نے بہت متاثر کیا اور یہ رہنما اس قدر شدت پسند ہوگئے کہ غیر ملکیوں کے ٹھیکے اور مراعات ختم کر دیتے اور دستوری حکومت نافذ کرنے کے مطالبات مسترد کر دینے پر ۔ ناصرالدین قاچار کو قتل کر دیا گیا ۔ اور مظفرالدین کے عہد میں سامراجیوں کے خلاف عام ہیجان جاری رہا ۔

۱۹۰۵ء کے انقلاب روس نے ایرانی محبان وطن کو متاثر کیا اور مطلق العنانی کو ختم کرنے کے لئے خفیہ جماعتیں کام کرنے لگیں ۔ "انجمن مخفی" اور "کتاب خانہ ملی" نے وسیع پیمانے پر بغاوت کی تلقین کی ۔ اس تحریک کے رہنماؤں میں سید عبداللہ، سید محمد، سید جمال اور شیخ محمد بہت ممتاز تھے ۔ بغاوت کی کوششوں سے متاثر ہو کر ۱۹۰۶ء میں مظفرالدین نے یہ فرمان جاری کیا کہ ایک قومی اسمبلی قائم کی جائے ۔ جو شہزادوں اور عالموں، امیروں زمینداروں اور تاجروں کے منتخب کردہ نمائندوں پر مشتمل ہوا ۔ اور یہ اسمبلی ملک کے اہم مسائل پر غور کرے اور وزیروں کو مدد دے ۔ اس اسمبلی نے نظام نامۂ انتخابات اور دستور کے اساسی قوانین مرتب کئے جن کو بادشاہ نے منظور کر لیا ۔ محمد علی قاچار دستور کا مخالف تھا اور دستوری نظام کے خلاف در پردہ سازشیں کرنے لگا ۔ جب اس نے فوج کی مدد سے اسمبلی کو توڑنا چاہا تو عوام نے بغاوت کر دی اور شدید مظالم اور بدامنی کا دور شروع ہوگیا ۔ روس بدامنی کو ہوا دینے لگا اور برطانیہ، روس کے بڑھتے ہوئے اثر سے خوف زدہ ہوگیا ۔ چنانچہ اس نے محمد علی کو اس شرط پر قرض دینا منظور کیا کہ دستوری حکومت بحال کی جائے ۔ ۱۹۰۹ء میں اسمبلی بحال کی گئی ۔ لیکن محمد علی

پھر اپنے وعدوں سے منحرف ہو گیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۰۹ء کے آغاز میں شدید بغاوت پھیل گئی۔ حکومت ٹوٹ گئی اور محبان وطن نے تہران پر فوج کشی کر دی۔ عوام نے ان کا استقبال کیا اور بادشاہ نے روسی سفارتخانہ میں پناہ لی۔ مجلس ملی نے بادشاہ کو معزول کر دیا۔ کابینہ نامزد کی۔ اور مشاورتی مجلس بنائی۔ اس کے بعد احمد شاہ قاچار کی طرف سے وزیر اعظم نے نئی پارلیمنٹ کے قیام کا اعلان کیا۔

جنگ عظیم کے دوران میں انگریزوں نے آذر بائیجان اور جنوبی ایران پر فوجی اقتدار قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ایرانی اس کی مخالفت کرتے رہے۔ جنگ کے بعد ۱۹۱۹ء میں برطانوی ایرانی معاہدہ ہوا۔ جو ایران کے لئے بہت نقصان رساں تھا۔ اور محبان وطن اس کے خلاف تھے۔ ۱۹۲۰ء میں روسی فوجیں شمالی ایران پر حملہ آور ہوئیں۔ ان تمام واقعات کا نتیجہ سارے ملک میں بدامنی اور سیاسی بحران کی شکل میں نکلا۔ آخر کار رضا خان پہلوی نے تہران پر قبضہ کر کے نئی حکومت بنائی۔ ۱۹۲۳ء میں احمد شاہ پیرس چلا گیا۔ اب ایران میں رضا خان پہلوی کا اقتدار تھا۔ حکومت بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ رضا خان نے ترکی کی طرح ایران کو بھی جمہوریہ بنانا چاہا۔ لیکن ترکی جمہوریہ کی لادینی سرگرمیوں کی وجہ سے ایران میں اس نظام کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور انتہا پسندی سے محفوظ رہنے کے لئے ملوکیت کو برقرار رکھنے کی حمایت کی گئی۔ آخر کار مجلس ملی نے ۱۹۲۵ء میں احمد شاہ کو معزول کر دیا۔ اور رضا خان کو بادشاہ منتخب کر کے موروثی دستوری بادشاہت کے قیام کا اعلان کیا۔

نئے دستور کے مطابق بادشاہ دستوری صدر مملکت ہے۔ اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل ہے جو مجلس ملی کے توسط سے بادشاہ کے تفویض کیا گیا ہے۔ بادشاہ ملک کی آزادی کی حفاظت، دستور کی پابندی، مذہب کے تحفظ اور فلاح و بہبود عامہ کی ترقی کے لئے جدوجہد کرنے کی قسم کھاتا ہے۔ وزراء پارلیمنٹ کے سامنے انفرادی اور اجتماعی طور پر جوابدہ ہیں اور ان پر مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔ پارلیمنٹ ایک ایوانی ہے، اگرچہ دستور میں دوسرے ایوان کے لئے بھی گنجائش رکھی گئی ہے۔ پارلیمنٹ یا مجلس ملی قوم کی نمائندہ اور با اختیار ادارہ ہے نظام عدلیہ عاملہ کی مداخلت سے آزاد ہے اور شہریوں کی قانونی مساوات، جان، املاک، عزت اور معاشری حقوق کے تحفظ کی ضمانت دستور میں دی گئی ہے۔ ایران میں دستوری حکومت کا قیام اور جمہوریت کی ترقی طویل جدوجہد اور شدید کشمکش کا نتیجہ ہے۔

ترکی عثمانی خلافت درحقیقت مطلق انسان ملوکیت تھی۔ دستوری حکومت کی ہمہ گیر تحریک کے زیر اثر ۱۸۳۹ء میں فرمان گل خانہ سے ترکی میں دستوری حکومت کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد ۱۸۵۶ء اور ۱۸۶۹ء میں مزید اصلاحات نافذ کی گئیں ۱۸۷۶ء میں نیا دستور نافذ کیا گیا جو محبان وطن کی اصلاحی تحریک کا نتیجہ تھا۔ ترکی میں قومی تحریک کے بانی مدحت پاشا تھے۔ جن کے حامی نوجوان ترکوں نے انجمن اتحاد و ترقی کو منظم کر کے داخلی اصلاحات کے نفاذ

اور خارجی اثرات کے خاتمہ کے لئے کامیاب جدوجہد کی ۔ چنانچہ عبدالحمید نے جب خود سری اختیار کی توانور پاشا کی قیادت میں نوجوان ترکوں نے انقلاب برپا کر دیا اور پارلیمنٹ نے سلطان کو معزول کر کے دستور کو بحال کیا ۔ عبدالحمید کے جانشین محمد خامس نے دستور سے وفاداری کا عہد کیا ۔ دستور میں جو نقائص تھے وہ ضروری ترمیمات کر کے دور کر دیئے گئے اور ترکی میں مطلق العنانی کا انسداد ہوگیا ۔ دستوری نظام حکومت قائم کرنے اور ملک کو بیرونی اثرات سے نجات دلانے کے لئے نوجوان ترکوں کی جدوجہد نے ترکی میں قومی بیداری پیدا کر دی ۔ اور اپنے حقوق و آزادی کے تحفظ کا جذبہ ایک نئے دور کی تشکیل میں کامیاب ہوا ۔

سلطنت عثمانیہ اپنے دورِعروج میں دنیا کی ایک عظیم ترین قوت تھی ۔ رفتہ رفتہ یہ کمزور ہونے لگی اور بیسویں صدی کے آغاز میں اس کو یورپ کا مردِ بیمار تصور کیا جانے لگا ۔ جنگ عظیم میں ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا ۔ ۱۹۱۶ء میں برطانیہ ، فرانس ، اٹلی اور روس کے درمیان کئی خفیہ معاہدے ہوئے ۔ جن میں ان سامراجی ملکوں نے سلطنت عثمانیہ کو باہم تقسیم کرنے کی سازشیں کیں ۔ جنگ عظیم میں ترکی کو شکست ہوئی اور اکتوبر ۱۹۱۸ء میں مدروس کا عارضی صلح نامہ ہوا ۔ ترکی کے ایشائی علاقے اس کے ہاتھ سے نکل گئے اور برطانیہ و فرانس نے ترکی کے عرب علاقوں کو باہم تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا ۔ اس کے علاوہ اناطولیہ کو یونان اور اٹلی میں تقسیم کرنے اور قسطنطنیہ کو روس کے حوالے کر دینے کا تصفیہ بھی کیا گیا ۔ اس طرح سامراجی دول نے سلطنت عثمانیہ پر قبضہ کر لینے کی تجویزیں مکمل کر لیں ۔ نوجوان ترکوں کی حکومت ختم کر کے سلطان کو اپنی نگرانی میں لے لیا اور تقسیم کی اس تجویز کے مطابق مئی ۱۹۱۹ء میں اناطولیہ پر قبضہ کرنے کے لئے یونانی فوجیں سمرنا میں اتار دی گئیں ۔

ترکوں نے اپنے وطن اور اپنی آزادی کی حفاظت کے لئے اناطولیہ میں قومی تحریک شروع کر دی ۔ اس تحریک کے قائد مصطفےٰ کمال نے جنگ آزادی کے لئے ایک قومی مجلس قائم کرنے کی تجویز پیش کی اور مختلف ولائتوں کے نمائندے اس مقصد کے تحت سیواس میں جمع ہوئے ۔ قومی کانگرس نے یہ فیصلہ کیا کہ سلطان کی حکومت کو نظرانداز کر کے قومی آزادی کے لئے جدوجہد کی جائے اور اگر یہ حکومت قومی آزادی کی حفاظت کرنے سے قاصر رہے تو اناطولیہ میں عارضی حکومت بھی بنالی جائے ۔ نیز مجلس ملی جلد از جلد قائم کی جائے ۔ کانگرس کے ان فیصلوں کے بعد مصطفےٰ کمال نے پارلیمنٹ طلب کرنے کا مطالبہ کیا اور جنوری ۱۹۲۰ء میں قسطنطنیہ میں نئی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا چونکہ اس پارلیمنٹ میں محبانِ وطن کی اکثریت تھی ۔ اس لئے اتحادیوں نے مداخلت کی ۔ اور اپنے خلاف سرگرمیوں کے خاتمے کا مطالبہ کیا ۔ اس دوران میں اٹلی اور یونان نے مزید فوجیں اتار دیں ۔ برطانیہ اور فرانس نے جارحانہ طرزِ عمل اختیار کیا اور قسطنطنیہ کی سرکاری عمارتوں پر زبردستی قبضہ کر لیا ۔ اتحادیوں کے دباؤ کے تحت پارلیمنٹ توڑ دی گئی ۔ حزب قومی کو غیرقانونی جماعت قرار دیا گیا ۔ اور محبان وطن گرفتار کئے جانے لگے ۔ پارلیمنٹ کے ارکان

اور دوسرے رہنما قسطنطنیہ سے بھاگ کر انقرہ پہنچے جہاں مجلس ملی تشکیل دی گئی۔ اس مجلس نے تنظیم مملکت کا اساسی قانون منظور کیا جس میں یہ واضح کر دیا گیا کہ اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل ہے۔ مجلس ملی عوام کی نمائندہ اور اختیارات عاملہ و مقننہ کی حامل ہے۔ یہ مجلس اپنے صدر کا انتخاب کرے گی جو حکومت کا صدر بھی ہوگا اور مجلس وزراء کے ارکان بھی مجلس ملی کے منتخب کردہ ہوں گے۔

۱۹۲۰ء میں یونانیوں نے برطانیہ، فرانس اور اٹلی کی مدد سے ترکی علاقوں پر حملے شروع کر دیئے تھے۔ ان حملوں کی شدت اور وسعت میں بہت اضافہ ہو گیا۔ آخر کار مجلس ملی نے مصطفےٰ کمال کو اعلیٰ فوجی اختیارات دیئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ ستمبر ۱۹۲۱ء میں سقاریہ کی جنگ میں یونانیوں کو فیصلہ کن شکست ہوئی۔ اور آخر کار محبان وطن نے ان کو ترکی سے نکال دیا۔ روس میں انقلابی حکومت قائم ہو گئی تھی۔ ترکوں نے اس سے معاہدہ کر لیا چنانچہ روس نے انقرہ کی قومی حکومت کو تسلیم کر لیا اور عوام کی آزادی اور ان کی رضامندی پر مبنی حکومت کے احترام کا اقرار کیا گیا۔ ترکوں کی ان کامیابیوں نے فرانس کو پریشان کر دیا اور وہ مصالحت کی کوشش کرنے لگا۔ آخر کار مفاہمت ہو گئی۔ فرانس نے اپنی فوجیں ترکی سے واپس بلا لیں۔ ترکوں کے خلاف خفیہ معاہدوں کو کالعدم قرار دیا ترکی کے مختلف علاقوں پر سامراجی ملکوں کا اقتدار قائم کرنے کے فیصلے کو مسترد کر دیا اور انقرہ کی قومی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ فرانس سے مصالحت کے بعد ترکوں نے اٹلی کی فوجوں کو بھی اپنے ملک سے نکال دیا۔

ترکوں نے عہد نامۂ سیور کو مسترد کر دیا تھا۔ ان کی مقاومتی کوششوں کا نتیجہ لوزان کانفرنس کی شکل میں نکلا اور اس کانفرنس میں ترکوں کو کامیابی ہوئی۔ چونکہ لوزان کانفرنس میں سلطان نے اپنے نمائندے علیحدہ بھیجے تھے اس لئے نومبر ۱۹۲۲ء میں مجلس ملی نے سلطان کی حکومت کو کالعدم قرار دے کر ملوکیت کا خاتمہ کر دیا۔ قسطنطنیہ پر بھی محبانِ وطن کا قبضہ ہو گیا۔ اور مجلس ملی نے عبد المجید کو خلیفہ منتخب کیا۔ ۱۹۲۳ء میں مجلس ملی کے نئے انتخابات ہوئے اور مصطفےٰ کمال نہ صرف صدر حکومت بلکہ قومی رہنما بھی تسلیم کر لئے گئے۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو ترکی جمہوریہ بن جانے کا اعلان کیا گیا۔ مصطفےٰ کمال صدر جمہوریہ منتخب ہوئے اور عصمت پاشا نے پہلی وزارت تشکیل دی۔ مارچ ۱۹۲۴ء میں مجلس نے خلافت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور اپریل ۱۹۲۴ء میں جمہوریۂ ترکیہ کا نیا دستور نافذ کیا گیا

نئے دستور میں یہ صراحت کی گئی کہ قومیت اور جمہوریت کی اساس پر ترکی لادینی جمہوری مملکت ہوگا۔ اس مملکت کا اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل ہے جو مجلس ملی کبیر کو تفویض کیا گیا ہے چنانچہ مجلس کو تمام اقتدار عاملہ و مقننہ حاصل ہے اور وہ اپنے اقتدار عالی کو صدر جمہوریہ کے توسط سے روبہ عمل لائے گی۔ صدر جمہوریہ کو جو صدر مملکت ہوگا مجلس ملی منتخب کرے گی۔ جمہوریہ کی مقننہ ایک ایوانی ہوگی جس کے ارکان مردوں اور عورتوں کے عام حق رائے دہی کے اصول پر منتخب کئے جائیں گے۔ مجلس ملی میں اکثریت رکھنے والی جماعت وزارت تشکیل دے گی۔ عدالتی

نظام شعبۂ عاملہ کی مداخلت سے آزاد ہوگا اور عدلیہ کو مجلس ملی کی طرف سے قانونی اقتدار حاصل ہوگا۔ ولایتوں کو خود اختیاری حاصل ہوگی۔ اور والی کے توسط سے مجلس ملی اپنی نگرانی قائم رکھے گی۔

ترکی کا یہ دستور جمہوری تھا۔ لیکن کمال اتاترک کی ہر دلعزیزی اور اقتدار نے آمریت کی شکل اختیار کرلی ترکی میں ایک فریقی حکومت قائم کی گئی۔ اور ۱۹۲۵ء میں اتاترک کی جماعت کے سوا دوسری کوئی جماعت قانونی نہ رہی۔ لیکن کمال اتاترک کے بعد آمریت ختم ہوگئی اور دوسری جماعتیں قائم ہونے لگیں۔ خلق پارٹی کا اقتدار ختم ہونے لگا۔ یہاں تک کہ جلال بایار کی جمہوری پارٹی نے عصمت انونو کی خلق پارٹی کو انتخابات میں شکست دے دی۔ اور ترکی میں ایک نئے جمہوری دور کا آغاز ہوا۔

عراق

جنگ عظیم سے قبل عراق سلطنتِ عثمانیہ میں شامل تھا ۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے عراق پر قبضہ کرلیا۔ عہد نامۂ ورسائی کے مطابق انتداب قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور ۱۹۲۰ء میں برطانیہ نے عراق میں عارضی حکومت قائم کردی۔ اہل عراق برطانوی انتداب کے خلاف تھے۔ اور ولسن کے اصولوں کے مطابق خود اختیاری کا مطالبہ کررہے تھے۔ برطانیہ نے عراق میں ایک مجلس مملکت قائم کی تھی۔ اس مجلس نے ۱۹۲۱ء میں برطانیہ کی خواہش کے مطابق فیصل کو بادشاہ منتخب کیا اور یہ شرط عائد کردی کہ اس کی حکومت دستوری، نمائندہ اور قانون کی تابع ہوگی۔ ۱۹۲۲ء میں پہلا اینگلو عراقی معاہدہ ہوا جس نے دستوری بادشاہت اور نمائندہ حکومت کو تسلیم کیا۔ لیکن عراق آزادی نہ حاصل کرسکا۔ اور برطانوی انتداب قائم رہا۔ ۱۹۲۴ء میں مجلس دستور ساز کے لئے انتخابات ہوئے اور دستور کا مسودہ مرتب کیا گیا۔ جولائی ۱۹۲۵ء میں عراق کی پہلی پارلیمنٹ کا افتتاح ہوا

برطانیہ عراق پر اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے انتداب برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن اہل عراق برطانوی انتداب کے خاتمہ کا مطالبہ کررہے تھے۔ ۱۹۲۶ء میں اس تحریک نے شدت اختیار کرلی اور یہ مجلس اقوام میں پیش کیا گیا۔ ۱۹۲۷ء میں دوسرا اینگلو عراقی معاہدہ ہوا۔ عراق کو آزاد اور مقتدر اعلیٰ مملکت تسلیم کیا گیا، لیکن برطانوی انتداب برقرار رہا۔ برطانوی اقتدار کے پنجہ سے نکلنے کے لئے عراقیوں نے اپنی جدوجہد کو تیز تر کردیا برطانیہ نے مصالحت کی کوشش کی اور ۱۹۳۰ء میں تیسرا اینگلو عراقی معاہدہ ہوا جس میں عراق کی آزادی اور مساوی مرتبہ کو تسلیم کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی برطانیہ کے خصوصی حقوق و مراعات برقرار رکھے گئے اور انتداب بھی قائم رہا۔ برطانیہ کے اس طرز عمل نے محبان وطن کو مضطرب کردیا اور انتداب کے خاتمہ کی تحریک شدید تر ہوگئی۔ آخر کار ۱۹۳۲ء میں انتداب کے خاتمہ کا فیصلہ کیا گیا۔ برطانوی انتداب ختم ہوجانے کے بعد عراق پر برطانیہ کے اثرات کمزور پڑ گئے اور رفتہ رفتہ خصوصی حقوق و مراعات کا بھی خاتمہ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ عراق پوری طرح آزاد ہوگیا۔

عراق میں ملوکیت کا قیام انتخابی اصول کے تحت عمل میں آیا تھا اور بنیادی شرائط عائد کر کے فیصل اول کو بادشاہ بنایا گیا تھا۔ اس لئے عراق میں جمہوریت کی ترقی کے امکانات روشن رہے۔ دستور کے مطابق عراق آزاد و خود مختار مملکت اور دستوری بادشاہت ہے۔ اس کا نظام حکومت نمائندگی کی اساس پر قائم ہے۔ بادشاہ مجلس وزراء کے توسط سے حکومت کرتا ہے جو پارلیمنٹ کے سامنے ذمہ دار ہے۔ پارلیمنٹ ایوان نائبین اور سینٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے، ایوان نائبین قوم کا نمائندہ اور زیادہ با اختیار ادارہ ہے۔ مرکزی نظام کے علاوہ صوبائی اور مقامی نظام بھی قائم ہے اور عدلیہ تفریق اختیارات کے اصول پر عاملہ کے اقتدار و مداخلت سے آزاد ہے۔ دستور کے تحت عوام کی قانونی مساوات تسلیم کی گئی ہے۔ نیز شخصی آزادی اور جان و املاک کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔

شام ولبنان

شام ولبنان جنگ عظیم سے قبل سلطنت عثمانیہ کا حصہ تھے۔ جنگ کے دوران میں اتحادیوں نے فیصل کی عرب فوج کی مدد سے ترکوں کو اس علاقہ سے بے دخل کر دیا۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں فیصل نے برطانیہ کے اشارہ پر اور ان کی عملی امداد سے اپنی حکومت قائم کر لی۔ لیکن فرانس اس کا مخالف تھا۔ اور ترکی کے عرب علاقوں کو خفیہ معاہدوں کے مطابق تقسیم کرنے کا خواہاں تھا۔ صلح کانفرنس میں یہ علاقہ بھی زیر بحث آیا اور آخر کار برطانیہ نے اس پر فرانسیسی انتداب کو قبول کر لیا۔ فیصل نے جب یہ حال دیکھا تو شامیوں کی حمایت حاصل کر کے جولائی ۱۹۲۰ء میں اپنی خود مختار بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ لیکن فرانس نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ فوراً ہی شام سے نکل جائے۔ فیصل نے برطانیہ سے امداد طلب کی، مگر وہ انجان ہو گیا۔ آخر کار فرانس نے فوجی طاقت سے کام لے کر فیصل کو نکال دیا۔ اور شام ولبنان پر فرانس کا قبضہ ہو گیا۔

اہل شام فرانسیسی سامراج کے بہت مخالف تھے اور ملک کو فرانسیسی انتداب سے نکالنے کی تحریک شروع ہو گئی۔ محبان وطن کی تحریک کو کچلنے کے لئے فرانس نے شدید مظالم کئے۔ شام ولبنان ایک ہی علاقہ تھے۔ لیکن فرانس نے مسلمان شامیوں کی متحدہ قوت کو توڑنے کے لئے لبنان اور جبل دروز کو شام سے علیحدہ کر دیا اور باقی ماندہ شامی علاقہ کو بھی کئی حصوں میں تقسیم کیا۔ ۱۹۲۵ء میں عوامی جماعت قائم کی گئی جس نے فرانس سے لڑ کر آزادی حاصل کرنے کے خیال کی اشاعت کی۔ محبان وطن نے امیر شکیب ارسلان کی قیادت میں جنگ شروع کر دی جبل الدروز میں سلطان پاشا العطرش نے بغاوت کی۔ انقلابی حکومت قائم ہو گئی۔ اور مجاہدوں کی فوج نے دمشق کا رخ کیا۔ ارسلان، العطرش اور عبدالرحمٰن کی قیادت میں آزادی کی متحدہ جنگ ۱۹۲۷ء تک جاری رہی۔ آخر کار فرانس نے آزادی کا وعدہ کر کے مصالحت کی خواہش کی۔ اور فوجی حکومت ختم کر کے قومی اسمبلی کے لئے انتخابات کروائے۔ نئی اسمبلی میں محبان وطن کی عظیم اکثریت تھی۔ ہاشم العطاشی اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۲۸ء میں

دستور کا خاکہ تیار کیا گیا۔ اس دستور کے مطابق یہ طے ہُوا کہ شام آزاد اور مقتدر اعلیٰ جمہوریہ ہوگا۔ نظامِ حکومت پارلیمنٹی ہوگا۔ ایک ایوانی مقننہ قائم کی جائے گی جو صدر جمہوریہ کا انتخاب کرے گی۔ وزارت مقننہ کے سامنے جواب دہ ہوگی اور مقننہ کا انتخاب عام حق رائے دہی کے اصول پر کیا جائے گا۔ ۱۹۲۱ء میں فرانس نے شام کے علاقوں کی جو تقسیم کی تھی دستور نے اس کو کالعدم قرار دیا۔ اور یہ واضح کیا کہ شام ایک وحدت ہوگا۔ یہ اسمبلی فرانسیسی انتداب کی شدید مخالف تھی اور جب اس کو ختم کرنے کی تجویز پیش کی گئی تو ہائی کمشنر نے اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا۔ ۱۹۳۰ء میں اسمبلی توڑ دی گئی۔ لیکن اس کا بنایا ہوا قانون نافذ کر دیا گیا۔ اور ۱۹۳۱ء میں نئے دستور کے تحت انتخابات ہوئے۔

فرانسیسی اقتدار کے خلاف تحریکوں نے شورشوں اور فسادات کی شکل اختیار کر لی اور نازک حالات پیدا ہو گئے۔ فرانس نے تشدد سے کام لیا اور ۱۹۳۳ء میں فرانس نے انتداب کو برقرار رکھنے، شام میں فرانسیسی فوجیں رکھنے اور دوسری مراعات حاصل کرنے کے حق کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا لیکن پارلیمنٹ نے یہ مطالبہ مسترد کر دیا۔ اور فرانس نے ظلم و تشدد سے آزادی کی تحریک کو کچلنا چاہا جس کی وجہ سے ملک میں شورش پھیل گئی۔ ۱۹۳۶ء میں فرانس نے شام کو پھر جداگانہ ریاستوں میں تقسیم کیا اور اس کے خلاف بغاوت پھیل گئی۔ آخر کار فرانس مصالحت پر مجبور ہوگیا اور انتداب ختم کر کے آزادی اور حقوق دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۳۶ء میں شامی فرانسیسی معاہدہ ہوا جس کے مطابق فرانس نے شام کی خود مختاری تسلیم کر لی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد بدعہدی پر عمل نہیں کیا۔ قومی مطالبات منوانے کے لئے ڈاکٹر عبدالرحمٰن نے جہاد کا اعلان کر دیا۔ پیرس میں مصالحت کی گفت و شنید کے بعد ۱۹۳۶ء میں یہ اعلان کیا گیا کہ شام اور فرانس دونوں معاہدہ پر عمل کریں گے اور ۱۹۳۹ء میں فرانس اپنے انتدابی فرائض خود شام کے سپرد کر دے گا۔ لیکن اس اعلان کے بعد ہی فرانس نے پھر بدعہدی کی جس سے تمام ملک میں شورش پھیل گئی اور فرانس نے بڑی سختی اور تشدد سے کام لیا۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ شروع ہو گئی۔ جنگ کے دوران میں جون ۱۹۴۰ء میں جرمنی نے فرانس کو شکست دی اور فرانس خود اپنی آزادی کو قائم رکھنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔ ۱۹۴۵ء میں قوم پرست رہنما شکری القوتلی نے آزادی کا مطالبہ کیا تمام ملک میں شدید فسادات ہوئے اور فرانسیسی فوجوں کو شام سے نکال دیا گیا۔ برطانیہ اور امریکہ نے بھی آزادی کے مطالبہ کی حمایت کی۔ آخر کار ۱۹۴۶ء میں شام نے فرانس کے تسلط سے آزادی حاصل کر لی۔ اور خود مختار جمہوریہ ہو گیا۔

فرانس نے شام پر اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے اس کی جو تقسیم کی تھی۔ وہ محبان وطن نے ختم کر دی اور شام کی متحدہ مملکت قائم کی گئی۔ لیکن لبنان کو ۱۹۲۱ء میں ایک عیسائی مملکت کی حیثیت سے شام سے الگ کر کے جداگانہ نظم و نسق قائم کیا گیا تھا۔ اور ۱۹۲۶ء میں فرانس نے لبنان کو جداگانہ جمہوریہ قرار دے کر نئے دستور کے

تحت پارلیمنٹی نظام حکومت بھی قائم کر دیا تھا۔ شام سے لبنان کو مذہبی اساس پر علیحدہ کرنے کی وجہ سے محبان وطن کے لئے اس ریاست کو شام میں دوبارہ شامل کرنا بہت مشکل ہو گیا۔ ۱۹۴۱ء میں فرانس نے لبنان کی آزادی کامل کا اعلان کر کے انتداب بھی ختم کر دیا۔ ۱۹۴۳ء میں نئی پارلیمنٹ منتخب کی گئی جس نے بشارت الخوری کو صدر جمہوریہ منتخب کیا اور فرانس کے حقوق و مراعات کو منسوخ کر دیا۔ عالمگیر جنگ کے خاتمہ پر شام و لبنان جداگانہ جمہوریوں کی حیثیت سے ترقی کرنے لگے اور فرانس کے سامراجی اقتدار کا نام و نشان مٹا دیا اور ان کی یہ کامیابی شامی محبان وطن کی سرفروشانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے۔

اردن

جنگ عظیم کے بعد سلطنت عثمانیہ کے ایک اور علاقے فلسطین و اردن پر بھی انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ اور عہد نامۂ ورسائی کے مطابق اس پر بھی برطانوی انتداب قائم کیا گیا۔ امیر عبداللہ انگریزوں کا بہت حامی تھا۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء میں اردن پر اس کی حکومت قائم کی گئی، اور برطانیہ نے اردن کو ایک فوجی مورچہ بنا لیا۔ ۱۹۲۸ء میں اردن اور برطانیہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ اگرچہ اردن میں برطانیہ نے اپنے حقوق محفوظ رکھے لیکن اس معاہدہ کے ساتھ ہی نظام حکومت میں اصلاح کی جانے لگی۔ قومی اسمبلی طلب کی گئی۔ جس نے اساسی قوانین مرتب کئے اور دستوری حکومت قائم ہو گئی۔ ۱۹۳۴ء میں اس معاہدہ میں ترمیم کی گئی اور امیر کو اردن کے ہمسایہ ممالک میں سفارتی نمائندے مقرر کرنے کا حق دیا گیا۔ ۱۹۳۹ء میں مزید اصلاحات نافذ کی گئیں جن کے مطابق ایک مجلس قانون ساز قائم کی گئی۔ اور محکموں کے صدور پر مشتمل کابینہ بنائی گئی جو امیر کے سامنے ذمہ دار تھی۔ عوامی حقوق کے تحفظ کی بھی ضمانت دی گئی اور قانونی مساوات، شخصی آزادی اور مذہبی آزادی کو تسلیم کیا گیا۔ جنگ عالمگیر میں اردن برطانیہ کا طرفدار رہا۔ اور جب عراق میں رشید عالی نے اتحادیوں کی مخالف حکومت قائم کی تو اس کے خلاف برطانوی کارروائی میں امیر عبداللہ نے پورا تعاون کیا۔ اس امداد کے صلہ میں برطانیہ نے جنگ ختم ہونے کے بعد اردن کو آزادی دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں برطانیہ اور اردن کے درمیان معاہدہ ہوا۔ جس کے مطابق اردن پر برطانوی انتداب ختم کر دیا گیا۔ امیر کو بادشاہ بنا دیا گیا۔ اور اردن کو آزاد مملکت تسلیم کر لیا گیا۔

۱۹۲۱ء میں امیر عبداللہ کی حکومت قائم ہونے سے پہلے اردن فلسطین میں شامل تھا۔ یہودی فلسطین کو اپنا قومی وطن بنانے کی جدوجہد کر رہے تھے۔ اور جنگ عظیم میں اتحادیوں کی مدد کر کے ان کی حمایت حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء کے اعلان بالفور میں یہودی مملکت کے قیام کا وعدہ کر لیا گیا تھا۔ عربوں نے اس کی شدید مخالفت کی۔ لیکن برطانیہ نے اپنے مفاد کے پیش نظر ایک قطعی پالیسی بنا لی تھی اور اسی پر عمل پیرا رہا۔ چنانچہ اسی پالیسی کے تحت اردن کی علیحدہ ریاست قائم کی گئی۔ فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کی کشمکش روز افزوں

شدت کے ساتھ جاری رہی یہاں تک کہ جنگِ عالمگیر شروع ہوگئی۔ برطانیہ کے علاوہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ پر بھی یہودیوں کا اثر تھا۔ اور وہ فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کا مطالبہ منوانے میں کامیاب ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں جب برطانیہ نے فلسطین کو چھوڑا تو عربوں اور یہودیوں میں جنگ شروع ہوگئی عرب یہودی مملکتِ اسرائیل کو ختم نہ کر سکے اور سامراجی دول کی سازشوں نے فلسطینی عربوں کی کثیر تعداد کو شدید مصائب میں مبتلا کر دیا۔ اردن نے اس جنگ میں نمایاں حصہ لیا۔ اور فلسطین کے مشرقی حصہ پر قبضہ کر لیا۔ فلسطینی علاقہ کی شمولیت سے اردن میں سیاسی اور ملی تحریک بڑھنے لگی۔ فلسطینی عرب اپنی تباہی اور اپنے وطن کی تقسیم کا ذمہ دار برطانیہ کو قرار دیتے ہیں اور ان کے مخالف برطانیہ خیالات اہل اردن پر بھی اثر انداز ہوئے۔ امیر عبداللہ کے بعد اردن میں برطانوی اثرات کمزور پڑ گئے اور برطانیہ کی گرفت سے مکمل آزادی نیز عرب ممالک سے اتحاد و تعاون کی تحریک ترقی کرنے لگی۔

سعودی عرب جزیرہ نمائے عرب بھی جنگ عظیم سے پہلے سلطنت عثمانیہ میں شامل تھا۔ اور کئی اعتبار سے اس کی بڑی اہمیت تھی۔ جنگ کے دوران میں برطانیہ نے ترکوں کے خلاف عربوں کی بغاوت کو منظم کیا۔ ان کوششوں میں برطانیہ کا آلۂ کار شریف حسین تھا جس نے ۱۹۱۶ء میں بغاوت کی اور حجاز کا بادشاہ بن گیا۔ برطانیہ حجاز پر براہِ راست اپنا اقتدار قائم کرنا خلافِ مصلحت سمجھتا تھا اس لئے شریف حسین کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ چنانچہ شریف حسین کو حجاز کا بادشاہ بنانے کے علاوہ خلیفہ بنانے کی بھی کوشش کی گئی۔ تاکہ برطانیہ اس کے ذریعہ نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی استحصال بھی کر سکے۔ لیکن ترکوں سے بغاوت کرنے کی وجہ سے اس کو خلیفہ بنانا ممکن نہ ہو سکا۔ دوسری طرف شریف حسین کی یہ خواہش تھی کہ اس کو نہ صرف حجاز بلکہ تمام عرب کا بادشاہ بنایا جائے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نجد کا فرمانروا عبدالعزیز (ابن سعود) اس کا شدید مخالف ہوگیا۔ ۱۹۲۳ء میں انگریزوں نے ان کے اختلافات دور کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی اور ۱۹۲۴ء میں ابن سعود نے حجاز پر حملہ کر دیا۔ شریف حسین نے برطانیہ سے امداد طلب کی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا اور ۱۹۲۵ء میں حجاز پر ابن سعود کا قبضہ ہوگیا۔ ۱۹۲۶ء میں ابن سعود نے ایک دستور کا اعلان کیا۔ جس میں یہ واضح کیا گیا کہ ملک کی حکومت سلطان کے ہاتھ میں ہوگی لیکن وہ شریعت کا پابند ہوگا۔ مملکت کا قانون قرآن و سنت پر مبنی ہوگا۔ نظم و نسق کا صدر نائب اعلیٰ ہوگا جس کو بادشاہ مقرر کرے گا۔ نائب اعلیٰ کی مدد کے لئے ایک مجلس وزراء قائم کی جائے گی۔ جس کی صدارت نائب اعلیٰ کرے گا۔ ۱۹۲۸ء میں ایک مجلس قانون ساز قائم کی گئی جو شہروں کے نمائندوں پر مشتمل تھی اس مجلس کا صدر بھی نائب اعلیٰ کو بنایا گیا۔ اور اسمبلی کو توڑنے یا تبدیل کرنے کا اختیار بادشاہ کو حاصل رہا۔ اگرچہ سعودیوں نے عرب پر مطلق العنان بادشاہت قائم کی اور وہاں جمہوری ترقی نہ ہو سکی۔ تاہم شریف حسین کی شکست سے برطانوی تسلط ختم ہوگیا۔ اور یہ ملک سامراجی استحصال سے محفوظ رہا۔